جب ہم بھی اس محنت کو لیکر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائیں گے انشا اللہ

عہد نبوی ﷺ میں دینی محنت کا نقشہ

وہ محنت کیا ہے؟ اس محنت کا فائدہ کیا ہے؟

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مؤلف أماني الأخبار وهو شرح معاني الآثار للطحاوي،كتابه الشهير حياة الصحابة والأحاديث المنتخبة في الصفات الست .

سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا۔ جو ایمان لاتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا کے اسلام مدینہ آکر سیکھو۔ حضور ﷺ نے مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیرھ سو جماعتیں نکالیں جنمیں پچیس میں خود تشریف لے گئے۔ الگ الگ تعداد اور وقت کے ساتھ۔ نتیجہ یہ ہوا کے باہر بھی اور مقام پر بھی فاقے جھیلنے پڑے۔

حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی قربانی سے ایسے انسانوں کی ہدایت اور تربیت ہو گئی جن کی تربیت کی حکومتوں کو بھی ہمت نہ تھی۔

بیان نمبر ۷

عہد نبوی میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنے والے رفقاسے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک خطاب

یوں سمجھئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس محنت کو ان کے طریقے پر سیکھیں اور کریں الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے لیکن کسی جگہ کی محنت کامل نہیں ہے بلکہ ابتدائی درجوں میں ہے۔ اب اگر ہر جگہ کے محنت کرنے والے یہ سمجھیں کہ پوری محنت یہی ہے جو ہو رہی ہے تو اصل شکل پر کوئی نہیں پہنچ پائے گا اب جو انسان بھی محنت شروع کرے وہ یوں سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل پر ہے، اس کو کرتے کرتے اس شکل پر پہنچنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے کی تھی، جب وہ اصل محنت ہے تو انسان اپنی محنت کو اس کے مقابلہ میں بالکل ادنیٰ سمجھے۔ لہٰذا اصل محنت کو سامنے رکھ کر نیت کرے کہ انشاء اللہ مجھے ترقی کر کے انتہاء تک پہنچانا ہے۔

اب ایک تو یہ سوچنا ہے کہ اس محنت کا فائدہ کیا ہے؟ دوسرے یہ سمجھنا ہے کہ وہ محنت کیا ہے؟۔

اس محنت کا فائدہ یہ ہے کہ محنت کرنے والوں کو اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے انسانوں کو ہدایت مل جائے اور انسان دین پر اتنا ہی چلیں گے جتنی خدا کی طرف سے ہدایت ملے گی۔

تو اب محنت کی سطح جتنی بلند ہوتی جائے گی اتنی ہی خدا کی طرف سے ہدایت کی تقسیم عام ہوتی جائے گی۔ وہ محنت جب ختم ہو جاتی ہے تو ہدایت مسلمانوں میں سے نکلنا شروع ہو جاتی ہے، پہلے ہدایت کاروبار اور معاشرت میں سے نکلتی ہے کہ کاروبار میں جو دین کے احکامات ہیں ان کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں سے کاروبار چلانے لگتے ہیں، پھر فرائض نکلتے ہیں اور پھر مختلف برائیاں داخل ہونے لگتی ہیں حتیٰ کہ مسلمان دین سے نکلنے لگتے ہیں، اور جب یہ دین کی محنت کی جاتی ہے تو ہدایت خدا کی طرف سے آنی شروع ہوتی ہے۔ پھر جس درجے میں محنت ترقی کرتی جائے گی ہدایت پھیلتی جائے گی۔

ہدایت کی ایک سطح یہ ہے کہ نماز پڑھنے لگیں، دوسری یہ ہے کہ روزے، زکوٰۃ، حج ادا کرنے لگیں، تیسرے یہ کہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں احکامات شرعیہ کی تعمیل ہونے لگے اس سے آگے یہ ہوتا ہے کہ خدا تمام انسانوں کو ہدایت دینے لگے۔ ہدایت کے بقدر دین زندہ ہوگا اور ہدایت محنت کے بقدر آئے گی۔ تو اب ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں، بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محنت نکل چکی ہے۔ اب بھی جہاں کے بندوں نے دین کی محنت شروع کر دی ہے، اتنی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے، اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے، وہاں کچھ نمازی ہو گئے، جہاں روزے نہیں تھے، وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے، جہاں حج نہیں تھا، وہاں کچھ حج قائم ہو گئے، جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی، لیکن ہدایت اس سطح کی ابھی نہیں ملی کہ کمائیوں کے اندر کے احکام پورے کریں اور کھانے پینے، مکان بنانے میں اور لین دین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی راہ اختیار کریں، تو ابھی ہم مسلمان بھی اس کے محتاج ہیں کہ محنت کی سطح بلند ہو تاکہ پوری زندگی میں اسلام پر چلنے کی سعادت حاصل ہو اور دوسرے انسانوں کو بھی اسلام کے سمجھنے کی ہدایت ملے۔ اب اس محنت میں دو نوعیتیں ہیں۔ ایک تو محنت کرنے والوں کی تعداد بڑھانا، دوسرے یہ محنت جو لوگ کر رہے ہیں ان کی مقدار محنت کی شکلوں میں بڑھنا۔ یہ دو علٰحدہ لائنیں ہیں۔ اگر لاکھوں محنت کرنے

والے بن جائیں مگر محنت تھوڑی تھوڑی کریں تو ہدایت تھوڑی تھوڑی آئے گی، اگر خدا ایسی صورت کر دے کہ جو محنت کر رہے ہیں، ان کی مقدارِ محنت بڑھ جائے تو مسلمانوں کو بھی ہدایت ملے گی اور تمام انسانوں کو بھی ملے گی۔

ابھی تک جو ہماری محنت کی نوعیت ہے وہ یہ ہے کہ مشغول لوگ اپنی مشغولیتوں میں سے تھوڑا تھوڑا وقت اس طرح نکال رہے ہیں کہ ان کے دنیوی مشاغل میں فرق نہ پڑے، حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لیے قربانیاں دلوائی ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضور والی قربانی پیدا ہوگی محنت کی سطح بلند ہوگی۔ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں، لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا، تو ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہیے۔

یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا عرب کا رقبہ چھوٹا نہیں تھا، ہندوستان کے برابر نہیں تو اس سے بہت کم بھی نہ تھا۔ اس وقت دنیا میں کمائیوں کے جو طریقے رواج پذیر تھے وہ بھی نہ تھے۔ پورے ملک میں کوئی حکومت قائم نہ تھی جس کے دفاتر وغیرہ کی نوکریوں کے ذریعہ بھی رزق کی سہولت حاصل نہیں تھی۔ اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک قبیلہ کچھ خرچ کرتا تھا، لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانے میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا، کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا، کہیں کہیں کھجور، انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانہ پر تجارت ہوتی تھی۔

غرض کہ پورا عرب عام طور سے ننگا بھوکا پیاسا عرب تھا، نہ سب کے پاس کپڑے تھے نہ مکانات تھے، پانی اور کھانا بھی پورے عرب کو نہیں ملتا تھا، بھوک کی شدت میں کیڑے

مکوڑے بھی کھا جاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر پڑا ہوا خون بغیر تحقیق کے کہ کس چیز کا ہے، کس جگہ کا ہے چاٹ جاتے تھے۔ اکثر علاقے کمائی سے خالی اور بھوک سے بھرے ہوئے تھے، بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لیے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس وقت نہ پٹرول تھا، نہ سونا، عرب کے کنارے پر قیصر و کسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت بھی چڑھائی نہ کر دیں، ورنہ کوئی نظامِ حکومت پورے عرب بھر میں نہ تھا، تو جس ملک میں نظام چلانے کے لیے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو، اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت و زراعت کے مراکز تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے، سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے، سارے ملک کے خوش حال قبائل مخالف تھے، سارا عرب منتظر تھا کہ مکے والے اسلام لائیں تو ہم بھی لائیں، اور مکہ والوں نے آپ کی زندگی کے آخری دور تک مقابلہ کیا۔ اب ایسے حالات میں جتنا کام ہوا تمام کا تمام مدینہ کی بستی سے ہوا، جہاں بھی کوئی ایمان لاتا، اسے مدینہ بلا لیا جاتا تو مدینہ ایسی بستی بن گیا جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا مال بھی لے کر نہیں آسکتے تھے، مدینہ والوں کو ان کے رہنے، کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے، کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لیے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے نہیں روکا گیا، جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں، غرضیکہ مدینہ میں بسنے والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا تھا اور ان کے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ کم از کم دس سال تک اپنے کاروبار جمانے یا زیادہ اخراجات مہیا کرنے کے سبب ان کو کہیں باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا، کمائی والے نظام کا یہی تقاضا تھا، انصار پر چونکہ سب آنے والوں کا خرچ بھی پڑ گیا تھا اس لیے کھیتوں اور باغات کے کام میں بھی زیادہ انہماک کی،

اور زیادہ وقت لگانے کی ضرورت تھی تاکہ آنے والوں کے اخراجات پورے کرسکیں، کیونکہ مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے، الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کے بجائے دین کی پوری محنت اسی دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش (دیکھ بھال)، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لیے کہا جائے سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔ یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا، انھیں مدینہ میں سونے نہیں دیا۔ جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مدینہ والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی، یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دوکان کھولتے وقت کان میں آئے، یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے، یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے نکاح ہونے کے وقت لگے یا رخصتی ہونے کے وقت لگے، عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا بیماری کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے، اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں، سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں، جو پاس ہو لے لیں، جہاں ضرورت ہو چلے جائیں، جتنے وقت کا تقاضہ ہو وہاں گزاریں، جو جان پر بیتے اسے جھیلیں۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔

مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں جن میں سے پچیس سفروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے، کسی میں پچاس ہزار نکلے، کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے، کسی میں تین سو تیرہ نکلے، کسی میں دس کسی میں پندرہ، کسی میں سات یا آٹھ نکلے، مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے، کسی میں تین ماہ، کسی میں بیس دن، کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ سوا سو جماعتیں نکالیں، ان میں بھی ہزار نکلے، پانچ سو اور

چھ سو بھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے، مدت بھی چھ ماہ چار ماہ سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گذارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کیے، اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کروگے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصہ میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آکر سیکھو۔ چوں کہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا تو باہر نکلنے والوں کو مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں باہر سے آنے والوں کو دین سکھانا پڑتا تھا۔ پھر مدینہ والوں کو اپنے لیے بھی علم حاصل کرنے کے لیے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ میں قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لیے وقت مانگا جاتا تھا، تاکہ سیکھنے سکھانے کا نظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا سکے۔

ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنائی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگالی، ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت، کوئی کسی وقت، کوئی کما کر پہنچ جاتا، کوئی شام کو پہنچا اور رات کو رہتا، عشاء بعد سے عبادت میں لگا رہتا، پھر سوتا، کچھ عشاء پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے، آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے، کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے، نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں۔ ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔

اب حساب لگاؤ چھ سات ماہ تو باہر خرچ ہوئے۔ مسجدوں کی باری میں بھی دو ڈھائی ماہ نکل گئے۔ اب دنیاوی ضرورتوں کے لیے کتنا وقت رہ گیا۔ ہر شخص کا وقت بیرونی نقل و حرکت میں بہت سا لگ گیا اور کافی وقت مدینہ آنے والوں کے سنبھالنے میں لگ گیا، ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ جو مدینہ کے غربا، باہر نکل رہے ہیں ان کا سفر خرچ، سواری، لباس، کھانا، باہر والے خوش حال

آئیں، ان کی بھی دعوتیں کرنا، پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے، ان کی بھی مدد کرنا، غرضیکہ خرچ تو نقل وحرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانہ میں بھی بہت بڑھ گیا اور کمائی کی شکلیں ٹوٹ گئیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بھی اور مقام پر بھی فاقے جھیلنے پڑے۔ سردی بھی سہنی پڑی، گرمی بھی برداشت کرنی پڑی۔ غرضکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اپنا پیٹ کاٹ کر مقامی اور بیرونی خاکوں کو چلایا۔ تو جب ایمان کا کام کرنے والوں نے ایمان کے تقاضوں کو کمائیوں اور گھر کے تقاضوں پر مقدم کر دیا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اس نقشہ سے خوش ہو کر تمام عرب کی بسنے والی قوموں کو اسلام میں داخل کر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہوگئی جن کی تربیت کی حکومتوں کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے، جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ایک ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ نے قیامت تک آنے والوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ اسلام ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے۔

آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد اکثر عرب قبائل کو پھر مرتد بنا دیا تاکہ قیامت تک کے آنے والوں کو پتہ چل جائے کہ جب بھی ہم اس محنت کو لے کر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا، بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں، اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں مدینہ پر ایسی گذریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اکثر تو ملکِ شام کے رُخ پر جیشِ اسامہؓ میں بھیجے گئے۔ بقیہ ڈیڑھ سو قرب و جوار میں نکلے، ظاہر کے اعتبار سے نکلنے کا موقع بالکل نہ تھا۔ محض حکم کی تعمیل کے جذبے سے نکلے۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل

عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگیا، ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا، اور اس میں صرف ایک ماہ لگا، صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے، بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔

تو اصل ایمان کی محنت کا نقشہ یہ ہے کہ ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ جس کو جس وقت جہاں کے لیے کہا جائے، سب مشاغل چھوڑ کر راہِ خدا میں چلا جائے، اور جب باہر کے آدمی دین سیکھنے کے لیے اس کے مقام پر آئیں تو یہاں بھی ان کے ساتھ لگ جائے تو آپ غور کیجیے کہ آج کی محنتوں میں اور اس محنت میں کتنا فرق ہے۔ تو اصل سمجھو اس نقشے کو اور یہ سمجھو کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصر سی زندگی ہے، اس میں تھوڑا سا وقت ضروریات کے لیے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔

اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چوں کہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضہ کے اندرون سے نکلی ہے، اس لیے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں، لہٰذا جتنی قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے آئے گی۔

دین مالوں سے نہیں پھیلے گا، بلکہ دین کی محنت سے کمائیوں کے نقشے میں جو نقصانات اور کمیاں آئیں گی اس قربانی سے پھیلے گا، اور جب یہ قربانیاں کمال تک پہنچیں گی، تو ان قوموں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملے گی جو آسمان پر اُڑ رہی ہیں اور ہم غریبوں کی طرف دیکھتی بھی نہیں، اور وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں، وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنا لے گا۔

اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے، جہاں آپؐ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بشرطے کہ یہ طے کر لو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی جھلک پائی جائے گی کیونکہ آپ قربانیوں کے دور میں صحابہ کرام رض کے ساتھ تھے اور جب نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے گئے۔

اس طرح جو حضرات اپنی جان ومال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں جو کچھ لینا نہیں چاہیں گے اور صرف آخرت پر نگاہ رکھیں گے وہی حضرات آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

(ماخوذ از تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رح ص ۱۲۸)۔

بیان نمبر ۵

راہِ خدا میں نکلنے والے قافلوں کے لیے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح کی ہدایات

(تبلیغی اجتماعات کا پروگرام عموماً یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک دو دن پورے زور وقوت کے ساتھ حاضرین کو اس کی دعوت اور ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ ایمان ویقین اور ایمان والے اعمال اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے کچھ مدت کے لیے اپنے ماحول اور روزمرّہ کے مشاغل سے نکلیں اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی ان کی دعوت دینے کے لیے ایک خاص پروگرام کے مطابق وہ محنت ومجاہدہ کریں

اللہ کے جو بندے اس دعوت کو قبول کرلیتے ہیں ان کی جماعتیں ترتیب دے دی جاتی ہیں اور اجتماع کے اختتام پر ان کو ہدایات دے کر اور دعا کر کے رخصت کردیا جاتا ہے

اپریل ۶۲ء میں کلکتہ کے قریب نگراہاٹ میں ایک اجتماع ہوا تھا، راقم سطور بھی اس میں شریک تھا۔ پہلے دو دن کی دعوت وترغیب کے نتیجہ میں ایک ہزار سے کچھ اوپر بندگانِ خدا نے اپنے نام لکھائے جن کو قریباً سو جماعتوں میں تقسیم کردیا گیا۔ آخری دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح نے جماعتوں کو رخصت کرتے وقت جو تقریر فرمائی تھی وہ اس عاجز نے اشارات میں قلمبند کرلی تھی۔ وہی ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ مضمون کی حد تک حضرت مولانا مرحوم کا ہے، لیکن الفاظ کے بارہ میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی۔)۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا:۔

آفتاب نورانی ہے، اس کے اندر نور ہے، وہ اپنے اس نور کے ساتھ جگر لگاتا